OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:5, Issue: 1,Jan -June 2024
DOI:10.51665/al-duhaa.005.01.0262, PP:205-212

تحریک ختم نبوت میں مولانا کریم عبداللہ منڈہارویؒ کی خدمات کا جائزہ

An Overview of Maulana Karim Abdullah Mandhari's Services in the Movement for the Finality of Prophethood

Published:
25-06-2024
Accepted:
10-06-2024
Received:
05-05-2024

Anas Hafiz
M.Phil Scholar , Department of Islamic and Religious Studies, Hazara University, Mansehra, KPK
Email: anasmurtaza500@gmail.com

Muhammad Qasim Umar
Qari at Govt High School Kotli Bala, Dist Mansehra, KPK
Email: molanaqasim097@gmail.com

Riffat Bibi
Islamic Scholar, Surban Colony, Supply Abbottabad, KPK
Email: ahsanabid12342@gmail.com

Abstract

The Qadianism movement, which emerged in the late 19th century, posed a significant challenge to Islam's fundamental belief in the finality of prophethood. Founded by Mirza Ghulam Ahmad Qadiani, who claimed to be both the Mahdi and Messiah and ultimately asserted himself as the last Prophet, this movement stirred controversy within the Muslim community. The colonial powers, seeking to exploit divisions within the Muslim world, supported Qadianism, which gained further momentum through the publication of anti-Islamic literature and the promotion of alternative religious teachings.In response, Muslim scholars and religious leaders recognized Qadianism as part of a broader colonial agenda aimed at undermining Islam's unity. They mobilized against this movement through public debates, gatherings, and extensive publications to reaffirm the belief in the finality of prophethood, a core principle deeply rooted in the Quran and Hadith. This belief has been central to the preservation of Islamic identity for over fourteen centuries. Among the key figures in countering Qadianism was Maulana Karim Abdullah Mandhari, a prominent leader from Mansehra, who played an essential role in protecting his community from the temptations of Qadianism and reinforcing the authenticity of Islamic beliefs.

Keyword: *Qadianism, finality of prophethood, Mirza Ghulam Ahmad Qadiani, colonialism, Islamic unity, Maulana Karim Abdullah Mandhari, Islamic belief, counter-Qadianism movement, Muslim scholars, Islamic scholarship.*

CC BY

تعارف

حضرت مولانا کریم عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ اعلیٰ کردار اور عمل کا پیکر تھے۔ ان کی حسین یادیں موتیوں کی وہ مالا ہے جس کی مہک سے آج تک سارا علاقہ معطر ہے۔

علم و عمل کے اس چشمے سے کشمیر سے لے کر کاغان تک اور برصغیر کے دوسرے علاقوں سے علم کے متلاشی سیراب ہوئے۔ طلبہ کے لیے انتظام اور ضروریات خورد و نوش کے لیے نصرت الٰہی پر نظر رہتی اور متوکل ایسے کہ کبھی بھی درسگاہ کے لیے مالی مشکلات کا تذکرہ نہ کرتے اور نہ ہی دنیاوی اسباب کا تقاضا کرتے۔ آپ کے والد حضرت مولانا قاضی محمد درستم رحمتہ اللہ علیہ ایک جید عالم تھے آپ اپنے والد کے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپ نے بالاکوٹ کے ایک دور افتادہ گاؤں سچاں ندی میں کافی عرصہ امامت کی اور درس وتدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

1903 میں اپ کے گھر میں ایک ایسے بچے کی ولادت ہوئی جس نے اپنی ساری زندگی اعلائے کلمتہ اللہ اور تحفظ ختم نبوت کے لیے وقف کر دی تھی باپ کی توجہ اور دعاؤں کا ثمر تھا کہ موصوف پے در پے منازل علوم طے کرتے رہے۔[1]

تحصیل علم:

آپ رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی لیکن قدرت نے موصوف سے بڑے کام لینے تھے اور آپ نے حصول علم کے لیے کیوائی کے ممتاز عالم دین مولانا ولی الرحمان صاحب سے چند کتابیں پڑھیں پھر علم کے ذوق نے بے چین کیا تو حضرت مولانا اسماعیل رحمہ اللہ (حضرت کوکلوی رحمتہ اللہ علیہ) کہ سامنے زانوئے تلامذ طے کیے۔ اس زمانے میں کوکل بر سین (مضافات حویلیاں) علم کا گہوارہ تھا۔ علم صرف و نحو کے بے مثل عالم مولانا اسماعیل کوکلوی رحمہ اللہ علم الصرف والنحو میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

خدمت استاد:

حضرت منڈہاروی رحمہ اللہ نے بہت قلیل عرصے میں مجوزہ کتب کی بطریق احسن تکمیل کی۔ اس سلسلے میں طالب علم کی محنت شاقہ سے بڑھ کر وہ فیوض و برکات ہیں جو استاد کی نظر شفقت اور شاگرد کی اخلاص نیت کے ساتھ کی جانے والی خدمت ہے اس ضمن میں حضرت منڈیاروی رحمہ اللہ نے اپنے استاد مکرم کے حوالے سے واقعہ سنایا کہ اٹھارویں صدی کا اواخر جنگ افیون کا دور تھا۔ حضرت کوکلووی رحمہ اللہ جہاں علم صرف و نحو کے نے تاج بادشاہ تھے وہاں انہوں نے دو شوق بھی پال رکھے تھے ایک یہ کہ وہ ایک بڑی پگڑی ہمیشہ سر پہ رکھتے تھے اس پگڑی کے دو بڑے بڑے حصے تھے جنہیں "پوت" کہا جاتا ہے پر مشتمل تھی جب طلبہ اسے دھوتے تو درمیان سے دھاگہ کی سلائی کو کھول کر دو حصوں میں تقسیم کر دیتے تاکہ دھونے میں اسانی رہے اور دوسرا یہ کہ افیون کے عادی تھے یہاں یہ بات یاد رہے کہ اس زمانے میں افیون کے کاروبار کے ٹھیکیدار ہوتے تھے جس کے پاس پرمٹ ہوتا تھا وہی اس شے کا کاروبار کر سکتا تھا۔ ہوا کچھ یوں کے کڑاکے کی سردی تھی اور حضرت سے ان کی مذکورہ دوائی ختم تھی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ سردی میں اگر اس کے عادی کو متذکرہ دوائی نہ ملے تو اس شخص کے لیے زندگی اجیرن ہو جاتی اور جان کے لالے پڑ جاتے اس دور میں بڑی عمر کے طالب علم جو تحصیل علم سے زیادہ خورد و نوش کے لیے مساجد میں پڑے رہتے تھے ان میں سے ایک جا کر لایا کرتا تھا اس سردی اور ساتھ موسمی حالات میں مجبوراً حضرت کوکلوی رحمہ اللہ نے طالب علم سے دوائی لانے کو کہا تو اس طالب علم نے صاف انکار کر دیا کہ حضرت دیکھ نہیں رہے باہر کے حالات کیا ہیں حضرت منڈہاروی رحمہ اللہ جو طلبہ میں

سب سے کم عمر اور کم گو بچے تھے نازک و ناتواں اور اپنے والدین کا اکلوتا بچہ یہ سارا منظر دیکھ کر فوراً دل میں ایک فیصلہ کرتا ہے فرماتے ہیں کہ استاد مکرم سے اوجھل ہو کر اس طالب علم کے پاس گیا راستے اور متعلقہ ٹھیکیدار کے متعلق تمام معلومات لیں اور اپنی اون کی بڑی بنی ہوئی چادر اوڑھی اور بعد از نماز چاشت کو کل کی مسجد سے روانہ ہو گیا اکیلا پن راستے کا ڈر انجام رستے اور شدید موسم نصرت الٰہی پر نظر رکھتے ہوئے چلتے چلتے ایبٹ آباد آ پہنچا، پوچھتے پوچھتے متعلقہ صاحب کے پاس پہنچا۔ اس نے میری حالت دیکھی بارش سے بھیگے کپڑے، سردی سے ٹھٹھرتے ہوئے ہاتھ بہر حال میرے تعارف کرانے پر اس نے تصدیق کے لیے استاد صاحب کے متعلق کچھ واجبی سے سوالات کیے اور تسلی کے بعد مجھے وہ مذکورہ چیز تھما دی یہاں یہ بات یاد رہے کہ آٹھ آنہ ارقم کی جتنی بنتی تھی اس سے زیادہ ہ از رائے ہمدردی دے دی اور میں اسے اپنی جیب میں ڈال کر وہاں سے یوں بھاگا جیسے دونوں جہاں کی دولت کسی نے میرے حوالے کر دی واپسی پر انہی پہاڑوں سے ہوتا ہوا میں شام کے قریب واپس کوکل شریف پہنچا مولانا کوکلوی رحمہ اللہ دن کو بار بار پوچھتے رہے کہ کریم عبداللہ ننھا طالب علم نظر نہیں آرہا تو وہاں بڑی عمر والے طلباء نے جواب دیا کہ موسم کی شدت برداشت نہ کر سکا ہو گا بھاگ گیا ہو گا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کچھ عطا کرنے پر آتے ہیں تو راستے ہموار کر دیتے ہیں فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت کوکلوی رحمہ اللہ رحمہ اللہ مسجد کے صحن میں یوں بیٹھے ہوئے ہیں کہ ان کا سر مبارک زانوؤں پر رکھا ہوا ہے اور سوچوں میں مستغرق ہیں مطلع کچھ کچھ صاف ہو گیا تھا اور سورج کی آخری کرنیں پہاڑوں کی چوٹیوں کو زعفرانی رنگ میں نہلا رہی تھی بس سورج غروب ہونے کو تھا اور میں نے ڈرتے ہوئے بصد احترام السلام علیکم کہا حضرت کوکلوی رحمہ اللہ رحمہ اللہ بڑے بارعب انداز سے سر زانوں سے اٹھایا اور گرجدار آواز سے پوچھا: تم کہاں چلے گئے تھے میں نے سہمے ہوئے لہجے میں عرض کیا کہ حضرت میں آپ کی دوا (احتراماً نام نہیں لیا) لینے گیا ہوا تھا پھر گویا ہوئے" باھر نہیں دیکھتے کہ کیا قہر برس رہا ہے "میں نے عرض کی کہ حضور! "جب اس بڑے طالب علم نے جانے سے انکار کیا تھا تو میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ فرمانے لگے اس شدید موسم میں اگر تم مر جاتے تو کیا ہوتا؟ بس میرے منہ سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے کہ حضرت آپ کی زندگی سے مجھے اپنی زندگی زیادہ عزیز نہیں ہے۔

انہوں نے کہا اچھا میں نے کہا جی حضور، میرے منہ سے یہ الفاظ نکلنے تھے کہ خوش بختی کی گنگھور گھٹا جھوم کے اٹھی اور چھما چھم برسنا شروع ہو گئی میں نے استاد مکرم کو دیکھا انہوں نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اپنا بڑا سا وہ مخصوص عمامہ اتار کر اپنے سامنے رکھا موٹے موٹے آنسوان کے ٹمٹماتے ہوئے رخساروں سے لڑتے ہوئے زمین بوس ہوئے۔

میری سماعتیں صرف یہی الفاظ سن سکیں کہ "کریم عبداللہ جہاں دوسرے طلبہ سالوں میں علم حاصل کریں تمہیں دنوں میں نصیب ہو اور علم کے میدان میں کامیابیاں ہمیشہ تیرے قدم چومیں" اس سے اگے کیا کچھ کہا اس کی مجھے خبر نہیں۔ اسی لمحے اپنے آپ میں واپس آئے، جب مؤذن نے اذان مغرب شروع کی، اکھڑے سانسوں کو بحال کرتے ہوئے استاد جی کی اقتدا میں نماز مغرب ادا کی۔

لمحے دنوں میں دن مہینوں میں اور مہینے سالوں میں تبدیل ہوتے رہے کچھ وقت کی بات تھی ابتدائی تعلیم کے بعد مزید تعلیم کے حصول کے لیے دیوبند کا رخ کیا۔ سہارنپور پہنچ کر ابتدائی شعبے میں داخلے لینے کی خواہش ظاہر کی امتحان لیا گیا عجیب بات یہ ہوئی کہ وہاں کے اساتذہ نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ نے جس شعبے میں داخلہ لینے کی خواہش ظاہر کی ہے وہاں آپ کو پڑھانا ہو گا ہم آپ کو اگلے شعبے میں داخلہ دیں گے۔ یہ بات سنتے ہی میری نگاہ آسمان کی طرف اٹھیں تو میرے استاد مکرم کا مسکراتا ہوا چہرہ دکھائی دیا

مجھے محسوس ہوا کہ رحمت خداوندی میرا حصار کیے ہوئے ہے۔

حضرت منڈہاروی رحمہ اللہ نے دورہ تفسیر مدرسہ قاسم العلوم لاہور سے کیا اور پھر دورہ حدیث کے لیے حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ اور شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے تلاند طے کیے۔

بعد ازاں مزید تعلیم کے حصول کے لیے دیوبند تشریف لے گئے بعد فراغت ایک طویل سفر برائے تبلیغ دین اور اعلائے کلمتہ اللہ کے لیے اختیار کیا اور منزل بہ منزل دین متین کے نور کی کرنیں بکھیرتے ہوئے اپنے آبائی گاؤں سچاں ندی پہنچے اور یہاں طویل عرصے تک درس وتدریس اور امامت کے فرائض سر انجام دیتے رہے کچھ عرصہ بعد اپنے والدین کے ہمراہ منڈہار تشریف لے آئے اور یہاں درس وتدریس اور امامت کے فرائض انجام دینے لگے یہاں سے سینکڑوں طلبہ آپ سے مستفید ہوئے۔ ضلع مانسہرہ کے بالعموم اور مانسہرہ شہرہ کے بالخصوص اکثر علماء آپ کے شاگرد رہے ہیں۔ جہد مسلسل سے عبارت آپ کی زندگی کا ہر پہلو نمایاں شفاف اور قابل تقلید ہے بات کرنے کا دھیمہ اور میٹھا انداز اپنے پرائے ہر ایک کے لیے یکساں تھا۔

وفات:

علاقہ کانڈی میں آپ کی خدمات جلیلہ توحید باری کا پرچار تھا آپ نے ساری زندگی توحید ورسالت اور دین متین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ حضرت منڈہاروی رحمہ اللہ کی زندگی انتہائی سادہ اور قران وسنت کامل نمونہ تھی۔ سادہ لباس ، سادہ خوراک ان کی طبیعت کا خاصہ رہا۔ انتہائی بااخلاق اور مرنجاں مرنج شخصیت کے حامل تھے۔ زندگی میں جو شخص بھی آپ سے ملا اس کی زبان سے یہی سننے کو ملا کہ حضرت سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرتے تھے۔ ان کی شخصیت ایک ایسی ٹھنڈی چھاؤں تھی جو بلا امتیاز سب کے لیے راحتوں اور آرام کا سامان بنتی ہے پیرانہ سالی کے باوجود انتہائی چاک وچوبند اور جسمانی مشقت کے عادی تھے کبھی ان کی زبان سے شکوہ نہیں سنا گیا اپ ایک سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ کئی مرتبہ زیارت حرمین شریفین نصیب ہوئی بالخصوص روضہ اطہر ﷺ پر حاضری کے وقت (ہمراہیوں کی زبانی) آپ پر جذب و مستی کی ایسی کیفیت طاری ہو جاتی تھی جسے الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ اطاعت خداوندی اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق آپ کی طبیعت میں رچا بسا تھا۔

1996 میں اپ پر فالج کا حملہ ہوا صحتیاب ہوئے تو باری تعالیٰ نے عمرہ کی توفیق عطا فرمائی۔ سال بعد دوبارہ فالج کا حملہ ہوا اتنا شدید تھا کہ ایک سال کی علالت کے بعد 11 دسمبر 1997 بروز جمعرات بعد نماز عصر علم و عمل کا یہ پیکر اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔[2]

مشن ختم نبوت کی اہمیت:

تحفظ ختم نبوت ہر ایک کے ایمان کا لازمی جز ہے اور ہر ایک مسلمان کی یہ خواہش ہے کہ وہ اپنی زندگی میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی حفاظت جس حد تک، جس صورت میں ہو اپنے حصے کا دیا جلا کے دنیا سے جائے۔

فرمان الٰہی ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا[3]

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ: ''میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں''[4] یہ ہم سب کے ایمان کا حصہ ہے خیر القرون سے لے کر آج تک امت کے پروانے اس مشن کا دفاع کرتے چلے آئے ہیں۔

خدمات:

مرزائیوں کا تعاقب:

آپ کی زندگی مجاہدانہ واقعات سے بھری پڑی ہے آپ رحمہ اللہ تحریک ختم نبوت کے سر گرم رکن اور راحیل تھے۔ تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں متعدد بار جیل جانا پڑا اور دوسری قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ حلقہ احباب کو اکثر اپنے قید و بند کے تکلیف دہ واقعات سنایا کرتے اور اپنے ساتھ قید مفتی محمود رحمہ اللہ کے واقعات دلچسپی سے سنایا کرتے تھے۔

آپ نے اپنے علاقے سے مرزائیت کا قلع قمع کیا آپ تحریک ختم نبوت کے بڑے مناظر تھے علاقہ پھگلہ میں ایک ایسا تاریخ ساز مباہلہ حضرات علماء اور مرزائیوں کے مابین ہوا جس کا ذکر کتب کثیرہ میں موجود ہے۔ مرزائی مختلف گاؤں میں طبیب اور عطائی ڈاکٹروں کی شکل میں آتے اور علاقے کے لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے مفت علاج وغیرہ کرتے درپردہ مرزائیت کی اشاعت کرتے تھے اور اپنے جال میں سب سے پہلے علاقے کے بااثر بڑے زمیندار اور صاحب استطاعت لوگ پھنسا لیتے تاکہ ان کے اثر و رسوخ سے ان کے مشن میں کامیابی مل سکے مذکورہ علاقے کے مرزائیوں اور مرزائی نواز ٹولے کے خلاف حضرت منڈہاروی رحمہ اللہ ہمیشہ سینہ سپر رہے خیر مناظرے ایسے لوگوں کی ہدایت کا سبب کہاں بن سکتے ہیں جن کی سرشت میں شیطانیت بھری ہو۔[5]

پھگلہ کا مباہلہ:

عطر شیشہ[6] کے قریب ایک گاؤں "پھگلہ" نامی ہے جس میں اکثر ابادی سادات ہے اس قصبہ میں سب سے پہلے عبدالرحیم شاہ نامی ایک شخص نے مرزائیت قبول کی اور مرزائیت کا مبلغ بن کر مرزائیت کی تشہیر شروع کر دی۔ لیکن علماء کرام نے ہر دور میں باطل کے خلاف زبانوں سے جہاد کیا خدا کی شان ہے کہ اس علاقے میں علمائے حق علمائے دیوبند کثیر تعداد میں رہتے تھے خاص کر "پھگلہ" میں مولانا قاضی عبداللطیف فاضل دیوبند سے اکثر و بیشتر مرزائیوں کا بحث مباحثہ چلتا رہتا، یوں معاملہ مباہلہ تک جا پہنچا۔

طے یہ پایا کہ تین تین آدمی دونوں طرف سے لیے جائیں اور مسلمانوں کی جانب سے تین علماء کرام تھے:

- مولانا کریم عبداللہ صاحب فاضل دیوبند امام مسجد منڈیار
- مولانا عبدالجلیل صاحب فاضل دیوبند امام مسجد عطر شیشہ
- مولانا قاضی عبداللطیف صاحب فاضل دیوبند امام مسجد پھگلہ

مرزائیوں کی جانب سے عبدالرحیم شاہ، غلام حیدر اور عبدالرحیم (عرف کھیم) چنے گے۔[7]

یہ تاریخی مباہلہ 26 فروری 1973 بروز جمعہ کو طے پایا اور ارد گرد کے مضافات میں بھی اطلاع بھیج دی گئی عوام کا عظیم اجتماع حق و باطل کے اس معرکے کو دیکھنے کے لیے امنڈ آیا اور جگہ بھی ایسی منتخب کی گئی جو کہ علاقے کا مشہور ترین مزار تھا جو "غازی بابا" کے نام سے مشہور ہیں مباہلہ شروع ہونے سے قبل حضرت مولانا کریم عبداللہ صاحب نے مباہلے کی حقیقت بیان کی اور غرض و غایت سے عوام کو روشناس کرایا اس کے علاوہ قادیانیت کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی گئی کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں جبکہ مرزائی مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں جبکہ مرزائیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ انتقال کر چکے اور مرزا قادیانی حضرت عیسی علیہ السلام کی جگہ مسیح بن کر آیا ہے

ہم اس لیے یہاں جمع ہوئے ہیں کہ سب مل کر عاجزی آہ وزاری اور خلوص سے دعا کریں کہ جس کا عقیدہ غلط ہے اور جو باطل پر ہے خداوند اقدس اس پر ہلاکت کی صورت میں ایک سال کے اندر اندر عذاب نازل کرے اور سخت سزا دے چنانچہ تمام حاضرین نے اپنے سروں کو ننگا کر کے دعا شروع کر دی اور 20 منٹ لگاتار دعا ہوتی رہی اور مجمعے سے امین امین کی اوازیں اتی رہیں دعا کے درمیان غلام حیدر نامی قادیانی پر غشی کا دورہ پڑا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا عبدالرحیم شاہ قادیانی نے اس کو ہوش میں لانے کے بعد کھڑا کیا اور حوصلہ دیا ایک دوسرا قادیانی عبدالرحیم جو دکاندار تھا مباہلہ میں شریک تھا اسی دعا کے دوران کہنے لگا کہ میں تو دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی اس شخص کو جو ہم میں جھوٹا ہے پاگل کر دے تاکہ دنیا دیکھے سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے اور دوسروں کو بھی عبرت ہو حضرت مولانا کریم عبداللہ رحمہ اللہ نے مباہلے سے پہلے عبدالرحیم شاہ قادیانی سے ملے جو وہاں مرزائیوں کا سرغنہ تھا اور کہا کہ آؤ تم اور میں ایک آسان طریقہ اختیار کرتے ہیں یہ جو چیڑ کے بلند و بالا درخت ہیں ان درختوں پر چڑھ کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اوپر سے چھلانگ لگاتے ہیں جو سچا ہو گا وہ بچ جائے گا اور جو جھوٹا ہو گا وہ نیچے گرتے ہی مر جائے گا، لیکن عبدالرحیم شاہ قادیانی نے اس بات سے بالکل انکار کر دیا اور مباہلہ پر ہی بضد رہا۔[8]

مباہلہ کرنے والے قادیانی لوگوں کے ساتھ کیا بیتی اور ان کا انجام کیا ہوا:

عبدالرحیم قادیانی نے دوران مباہلہ خود کہا تھا کہ خدا جھوٹے کو پاگل کر دے ایک ماہ کے بعد وہ پاگل ہو گیا اور اول فول بکنے لگا۔[9] قریبی جابہ نامی بستی میں فوج کا کیمپ تھا وہ وہاں بغیر اجازت داخل ہوا اور شور شرابہ شروع کر دیا۔ انگریز کمانڈر تھا اس نے عبدالرحیم قادیانی کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا اور کافی دنوں تک جیل میں رہا۔ جب جیل سے رہا ہوا تو خود کہنے لگا کہ میں نے مرزا قادیانی کو سور کی شکل میں دیکھا ہے اور قادیانی عقیدے کو ترک کر کے اسلام قبول کیا۔ غلام حیدر نامی قادیانی کو اس کے بھتیجوں نے ایک مہینے کے بعد جمعہ کے دن 26 مارچ 1973 کو بالکل معمولی سی بات پر جہنم واصل کر دیا اور اس کی کوئی اولاد نہیں تھی بھتیجوں کو سیشن کورٹ کے سپرد کر دیا گیا چنانچہ چند مہینے ہی گزرے تھے کہ پولیس نے بغیر کسی سزا اور جرمانہ کے بری کر دیا اس کے وہ بھتیجے تا حال زندہ ہیں۔[10]

مجاہدین ختم نبوت کے ساتھ رب کی مدد:

حضرت مولانا کریم عبداللہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سال سے ہم تینوں علماء کے سر میں کبھی درد بھی نہیں ہوا بلکہ پہلے اگر کوئی تکلیف تھی تو وہ بھی اللہ تعالی نے دور فرما دی تیسرے قادیانی عبدالرحیم شاہ کو 1974 میں اللہ تعالی نے ایسی مہلک بیماری میں مبتلا کیا کہ اس کے جسم میں کیڑے پڑ گئے اور عام لوگ اس کے کمرے میں نہ جا سکتے تھے کمرے میں داخل ہونے سے ہی بدبو اتی تھی بالاخر کافی مدت اسی کیفیت میں رہنے کے بعد عبدالرحیم شاہ اپنے انجام کو پہنچ گیا ان مباہلین علماء کو اللہ تعالی نے بہت عرصے تک حیات رکھا اور سب سے آخر میں حضرت مولانا کریم عبداللہ رحمہ اللہ کی وفات 1997 میں ہوئی۔[11]

نتائج تحقیق:

مجاہدین ختم نبوت کے حالات زندگی پڑھ کر اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ:

- متعدد ایسی شخصیات اور علماء کرام کا تعارف ہوا جو دنیا سے رخصت ہو گئے مگر ان کی خدمات کسی کو معلوم نہ تھی اور اس تحقیق سے بہت سی نایاب تصنیفات اور تالیفات سامنے آئیں جو اس سے پہلے کسی کو معلوم نہ تھی علماء نے

قادیانیوں کے بہت سے غلط عقائد کے بارے میں قران و حدیث کی روشنی میں ان کے جوابات دیے اور ان کے غلط عقائد سامنے لائے اس کے علاوہ علماء نے دلائل کے ساتھ مناظرے اور مباہلے کیے اور قادیانیوں کے اس بڑھتے ہوئے فتنے کو ختم کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔

- اس خطے کے علمائے کرام کی محنتوں اور کاوشوں کا یہ فائدہ ہوا کہ عوام کو قادیانیوں کے س معاشرتی مسائل کے بارے میں بخوبی اگاہی مل گئی اور دلائل کی روشنی میں ان سے مکمل بائیکاٹ، شادی، نکاح وغیرہ کو غیر شرعی قرار دیا اور فتاوٰجات کی روشنی میں اس کی تحقیق کی گئی
- قادیانی مسلمانوں کو اپنے جن مکر وفریب میں بآسانی پھنسا لیتے تھے ان کی کا سد باب کیا گیا۔
- غیر مسلموں مذہب بیزار طبقے کی بہت سے آراء اور مفروضے غلط ثابت ہوئے اور قادیانیت کو غیر مسلم قرار دینے میں تمام مکاتب فکر کے علماء کا اتفاق تھا اور اسلامی قانون کے نفاذ پر سب متفق تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے قادیانیت کے خلاف اتنا مستند مواد شائع کر دیا کہ اس کے بارے میں معلومات انٹرنیٹ اور ویب سائٹ پر موجود ہیں یہاں تک کہ قومی اسمبلی والے مناظرے کی مکمل مصدقہ رپورٹ مولانا اللہ وسایا کی کوششوں سے شائع ہو چکی ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی و حوالہ جات

[1] فاروقی , محمد طاہر، کالم روز نامہ شمال ایبٹ آباد

[2] گڑنگی، قاضی اسرائیل، روز نامہ شمال ایبٹ آباد تاریخ پبلش 10 اگست 2020

[3] سورۃ الاحزاب آیت 40

[4] جامع ترمذی، حدیث نمبر 2219

[5] وسایا، اللہ وسایا، تذکرۃ مجاہدین ختم نبوت، ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، طبع اول یکم اگست 1990 ص 308

[6] مانسہرہ سے بالاکوٹ کی طرف 20 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع قصبہ۔

[7] محمد انور بن اختر، ناقابل یقین سچے واقعات، ناشر ادارہ اشاعت الاسلام کراچی، سن اشاعت 2007، ص 233

[8] وسایا، اللہ وسایا، تذکرۃ مجاہدین ختم نبوت، ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، طبع اول یکم اگست 1990 ص: 309

[9] مولانا منظور احمد شاہ آسی، عینی شاہد

[10] وسایا، اللہ وسایا، تحریک تذکرۃ المجاہدین، ناشر: دار القرآن کراچی، طباعت سوم: 2003، ص 310:

[11] انور بن اختر، ناقابل یقین سچے واقعات، ناشر: ادارہ اشاعت الاسلام کراچی، سن اشاعت 2007، ص 234,235